Dr. S. K. Jabeen

Dept of Urdu

Rohtas Mahila College,   Sasaram

Topic: Dast_e_Saba by Faiz Ahmad Faiz

[*Urdu Hon's B. A., Part-I*]

Scanned with CamScanner

دستِ صبا

فیض احمد فیض

کسی بھی شاعر کی شخصیت کو جاننے اور پرکھنے سے پہلے اس کے ماحول اور معاشرے کا جائزہ لینا ضروری ہے، کیونکہ فنکار اپنے دور اور اپنے عہد کا نمائندہ ہوتا ہے۔ شاعر کا شعور کس ماحول میں بیدار ہوا؟ اس کا پس منظر دیکھنا بہت ضروری ہے۔ اس لئے کہ ماحول اور معاشرے میں انسان کا عمل اور ردعمل ہی اس کی شخصیت کا آمیزہ تیار کرتا ہے۔

فیض احمد فیض کی حیثیت اردو شاعری میں ایک تابندہ ستارے کی سی ہے۔ اس عظیم شاعر کی پیدائش سیالکوٹ میں ۱۹۱۱ء میں ہوئی اور ان کا اصلی نام فیض احمد خان تھا، والد کا نام سلطان احمد خان تھا یہ ایک عظیم بیرسٹر تھے۔ فیض نے عربی میں بی۔اے آنرز کیا اور انگلش میں ایم۔اے کیا۔ بعد میں عربی میں ام۔اے کیا۔ وہ برطانوی فوج میں ملازم بھی رہ چکے تھے۔ انہوں نے ایم۔اے کالج امرتسر و اہیلی کالج آف کامرس میں پروفیسری بھی کی۔ فیض پاکستان ٹائمز اور امروز لاہور کے مدیر بھی رہ چکے تھے۔

ترقی پسند تحریک اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی وجہ سے وہ کئی بار جیل بھی گئے۔ ''راولپنڈی سازش'' کے سلسلہ میں انہیں چار سال کی قید ہوئی تھی۔

۱۹۴۱ء میں انہوں نے لندن نژاد جرمنی خاندان ایلس سیتھرن جارج سے شادی کی، شادی کے بعد وہ ایلس فیض کے نام سے مشہور ہوئیں۔ فیض کو ترقی پسند تحریک سے وابستگی نے عالمگیر شہرت عطا کی۔

کسی بھی فن میں زندگی اس وقت تک پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ ان میں خونِ جگر کی آمیزش نہ ہو۔

فنکار عام آدمی کی بہ نسبت زیادہ حساس ہوتا ہے۔ وہ صرف تماشائی بن کر دنیا کا مشاہدہ نہیں کرتا بلکہ میدانِ عمل میں اس کی حیثیت ایک مردِ مجاہد کی ہوتی ہے۔ بقول اقبالؔ ؎

Scanned with CamScanner

سنگ ہو یا خشت ہو یا حرف صوت

قطرۂ خونِ جگر، سل کو بناتا ہے دل

فیض کی رومانی شاعری بھی ان تمام جذباتی لمحوں سے لبریز ہے اس لئے ان کا کلام پُر اثر اور پُرکشش ہے۔ شاعری کے موضوعات کی اہمیت نہیں ہے۔ اہمیت اس کی ہے کہ شاعر کسی بھی موضوع کو اپنے جذبات اور احساسات سے ہم آہنگ کر کے ہی اسے اپنی شاعری کا موضوع بناتا ہے۔ اس کے علاوہ فن بھی اتنا ہی عظیم ہوگا جتنا فنکار کی شخصیت۔ اس اعتبار سے فیض کی شاعری کا آہنگ اس کا اندازِ بیان اس کے جذبات کا رچاؤ، اور اس کا انداز فکر اس کے فن کی عظمت کی دلیل ہے۔

ان کی رومانی شاعری صرف روایتی عشق نہیں ہے۔ یہ جذبہ ان کے دل کی گہرائی میں موجزن ہے۔ اس لئے ان کی رومانی شاعری میں بھی ان کے دل کی دھڑکن محسوس ہوتی ہے۔ ان کے جذبے کا اُتار چڑھاؤ فطرت سے ہم آہنگ ہو کر ایک خاص کیفیت پیدا کرتا ہے۔

فیض کی پہلی نظم "میرے معصوم قاتل" راوی میں ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔ فیض کی رومانی شاعری کا پہلو۔

وہ وقت میری جان بہت دُور نہیں
جب درد سے رُک جائیں گی زیست کی راہیں
تھک جائیں گی ترسی ہوئی ناکام نگاہیں
چھن جائیں گی مجھ سے میرے آنسو، مری آہیں
شاید مری الفت کو بہت یاد کرو گی
اپنے دل معصوم کو ناشاد کرو گی
آؤ گی مرے گور پہ تم اشک بہانے
نوخیز بہاروں کے حسیں پھول چڑھانے
شائد مری تربت کو بھی ٹھکرا کے چلوگی
شائد مری بے سود وفاؤں پہ ہنسوگی
اس وضع کرم کا بھی تمہیں پاس نہ ہوگا
لیکن دلِ ناکام کو احساس نہ ہوگا

Scanned with CamScanner

اس کی رومانی شاعری میں ناکامی، محرومی اور مایوسی کا شدید احساس ملتا ہے۔

اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کرلو
اب یہاں کوئی نہیں کوئی نہیں آئے گا

--

نہ گئی تیری بے رخی نہ گئی ☆ ہم تری آرزو ہی کھو بیٹھے

گرچہ شدت جذبات بھی ہے۔اور زبان بھی دلکش ہے۔ پھر یہ ماننا پڑے گا کہ وہ اپنی رومانی ابتدائی غزلوں سے زیادہ مشہور نہ ہوئے۔ بلکہ بعد کی نظموں سے انہیں عالمگیر شہرت ملی۔

یہ حقیقت ہے کہ فیض ترقی پسند تحریک سے منسلک رہے۔ان کی شاعری ترقی پسند تحریک کی علمبردار رہی، ان کے یہاں لب ورخسار کی باتیں بھی ہیں، حب الوطنی اور وطن کے لئے سرفروشی کا جذبہ بھی۔ ایک طرف محبوب کا سراپا ہے دوسری طرف شیدائے وطن پر فدا ہونے کا جذبہ، نثار میں تری گلیوں میں...... آزادی، ترانہ، سر مقتل، لوح وقلم، سیاسی لیڈر کے نام۔

ترقی پسند تحریک جو خیال کی دنیا نہیں حقیقی دنیا سے روشناس کراتی ہے۔ لیکن نری حقیقت نہایت سنگین اور تلخ ہوتی ہے۔اگر سنگین اور تلخ حقائق بھی شاعر کے جذبات واحساسات سے مملوء ہو کر فن کی صورت میں آئے تو ہم اس کڑوی حقیقت کو خوشگوار محسوس کرتے ہیں۔ شاعر کے درد کو ہم محسوس کرتے ہیں ؎

تیرا سرمایہ تری آس یہی ہاتھ تو ہے
اور کچھ بھی نہیں پاس یہی ہاتھ تو ہے

آزادی کی جنگ کا پسِ منظر اور سیاسی جدوجہد کا رنگ ان کی شاعری میں موجود ہے۔

یہ دو شعر ہی ان کی پوری شاعری کا احاطہ کر لیتے ہیں۔

متاع لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خون دل میں ڈبو لیں ہیں انگلیاں میں نے
زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا کہ رکھ دی ہے
ہر ایک حلقۂ زنجیر میں زباں میں نے

Scanned with CamScanner

گرچہ فیض ایک مفکر نہیں وہ قوم کے لئے کوئی زندگی کا لائحہ عمل پیش نہیں کرتے۔ ان کی شاعری میں کوئی نظام فکر نہیں، مگر ایک حساس اور بیقرار دل کا نغمہ موجود ہے جو ان کی شاعری کی قدرو قیمت کا ضامن ہے۔

ترقی پسند تحریک جس مقصد زندگی کی گہرائی اور اس کے تدریجی ارتقا کو مدنظر رکھتی ہے۔ اس تحریک میں حقیقت کی سنگلاخ تجربوں کو ہی اہمیت حاصل ہے۔ اسلوب اور زبان ان کے لئے ثانوی چیز ہے۔

کلاسیکی ادب جو ادب برائے ادب ہے۔ وہاں ترقی پسند تحریک ادب سے زندگی کو قریب تر کر کے ادب برائے زندگی کی حاصل بن جاتی ہے۔ ادب کسی نہ کسی معنوں میں زندگی کا ترجمان اور تفسیر رہا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ کبھی ادب محدود دائرے میں مقید رہا اور خاص الخاص لوگوں کی ملکیت رہا جسے کلاسیکی ادب کہتے ہیں۔

ترقی پسند تحریک اسے عوام کی چیز بنا دیتی ہے اس نظریے کے پیش نظر ترقی پسند تحریک میں فیض کی شاعری ایک نئی گونج بن کر گونجتی ہے۔ یہ ادب زندگی کا ترجمان ہے لیکن نہ یہاں نری داخلیت ہے نہ نری خارجیت، انہوں نے زندگی کے درد و کرب کو محسوس کیا اور اس حقیقت کو اپنے تخیلی احساسات اور جذبات سے ہم آہنگ کر پیش کرتا ہے۔ جس کی مثال میں یہ اشعار پیشِ نظر ہیں:

اے دلِ بیتاب ٹھہر }
اپنے دیوانوں کی دیوانہ تو بن لینے دو
اپنے میخانوں کو میخانہ تو بن لینے دو

صبحِ آزادی }
یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا وہ یہ سحر تو نہیں
ابھی گران، شب میں کمی بن آئی
نجات دیدہ و دل کی کمی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

لوح و قلم }
ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گذرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

Scanned with CamScanner

یہی جنوں کا یہی طوق و دار کا موسم
یہی ہے جبر یہی اختیار کا موسم

طوق و دار کا موسم

کسے روکے گا شور بند بیجا ہم بھی دیکھیں گے
کسے ہے جا کے لوٹ آنے کا یارا ہم بھی دیکھیں گے

تم آئے ہو نہ شب انتظار گذری ہے
تلاش میں ہے صحر بار بار گذری ہے
چمن پہ غارتِ گلچیں سے جانے کیا گذری
قفس سے آج صبا بیقرار گذری ہے

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
سلام لکھتا ہے شاعر تمہارے حسن کے نام

کٹتے بھی چلو، بڑھتے بھی چلو، بازو بھی بہت ہیں سر بھی بہت
چلتے بھی چلو کہ اب ڈیرے منزل پہ ہی ڈالے جائیں گے

--

فیض کی شاعری میں غمِ جاناں اور غمِ دوراں ایک دوسرے میں مدغم ہیں۔ جیسا کہ ایک حساس شاعر کا دردمند دل کبھی غم سے خالی نہیں رہتا۔

غالب نے کہا:

غم اگرچہ جانگسل ہے یہ بچیں کہاں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا تو غم روزگار ہوتا

فیض کی شاعری میں پیچیدہ بیانی معنی آفرینی نہیں سیدھے سادے جذبات سیدھے سادے انداز میں بیان ہونے والے سیدھا دل میں اتر جاتے ہیں۔ یہی فیض کی شاعری کا کمال ہے۔ کیوں کہ فیض نے ہر حقیقت کو دل سے محسوس کیا اور دل سے نکلی آوازوں پر اثر کرتی ہے۔

Scanned with CamScanner